قرآن مجیداور بہترین گھرانہ کے اسلوب

مؤلفہ : ساجدہ العبد الخانی

مترجم: مولانا سید محمد جعفر زیدی

خلاصہ

اسلام اپنے تربیتی طریقہ کار میں آئیڈیل کرداروں اور نمونہ کی جانب توجہ دیتا ہے۔ کسی فرد یا سماج کے موثر ہونے میں آئیڈیل نمونوں کا کیا کردار ہو سکتا ہے یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ گھرانہ سماج کی سب سے چھوٹی اکائی ہے جس کی بنیاد ایک مرد و عورت رکھتے ہیں۔ چین و سکون، مہر و محبت اور پروردگار پر ایمان گھرانوں کی تشکیل کے بنیادی مقاصد ہیں جنکی جانب قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے اور گھر کے افراد ایک دوسرے کو حقیقی کمال تک پہنچانے میں ایک دوسرے کے مددگار و پشت پناہ ہوتے ہیں؛ خاص کر اگر یہ گھرانہ توحیدی اصول پر تشکیل پایا ہو۔ سر دست تحریر جس کا عنوان ہے "قرآن مجید اور بہترین گھرانہ کے اسلوب" اس میں پیش لفظ کے بعد گھرانہ اور طرز زندگی کسے کہتے ہیں اور طرز زندگی کو تین الگ میدان: عقائد، اخلاقیات اور رہن سہن کے لحاظ سے تحقیق کی گئی ہے اور قرآن مجید میں مذکور بہترین گھرانوں کے بعض پہلوؤں کو اپنے مدعا کے اثبات کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

بنیادی کلمات

گھرانہ، بہترین گھرانہ، طرز زندگی

پیش لفظ

گھرانہ وہ پاکیزہ اور مقدس مرکز ہے جو دو مختلف صنف کے انسان کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے وجود میں آتا ہے اور تولید نسل کے ذریعہ کامل ہوتا ہے۔ گھرانہ زندگی کے پہلے مرکز کے طور پر سماج میں انسان کے رویہ اور اسکی کامیابی کی سطح پر سب سے زیادہ اثر رکھتی ہے؛ گھر کے افراد کا ایک دوسرے سے برتاؤ انسان کی پہلی

شخصیت کے بننے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ شخصیت دوسرے عوامل کے ساتھ خاندان سے حاصل شدہ اپنے اثر کو کھوتی نہیں ہے؛ اسی طرح سے اگر فیملی میں کسی کے ساتھ شائستہ برتاؤ اپنایا جائے تو یہ رویہ عقائد کو قبول کروانے میں بھی موثر ثابت ہوتا ہے اگرچہ یہ تاثیر یقینی و قطعی نہیں ہوتی ہے اور تاریخ کے اوراق میں کثرت سے ایسی مثالیں ملتی ہیں جہاں انسان نے خاندانی تربیت کے برخلاف عمل کیا ہے، لیکن ان استثنائی موارد کے پائے جانے کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ خاندان والے گھر کے افراد کی صحیح تربیت کرنا چھوڑ دیں؛ خاص کر زندگی کے مختلف پہلوؤں جیسے عقائد، اخلاقیات اور عملی شعبوں میں ایک دوسرے کو صحیح طرز حیات کی تعلیم دیں اور یاددہانی کراتے رہیں۔ باالفاظ دیگر عقائد، اخلاقیات اور عملی شعبوں میں صحیح طرز زندگی کی وضاحت کریں۔ البتہ اگر طرز زندگی کا انتخاب کسی قانون کے تحت ہو تو یہ سبب بنے گا کہ خاندان والے جب اس جیسی مشابہ کسی صورت حال سے دوچار ہوں تو صحیح فیصلہ کر سکیں کیونکہ اگر بہترین گھرانہ کی اہم خصوصیات اور دلائل کو ذکر نہ کیا جائے اور اسے عالمی و ابدی دین پر تطبیق نہ دیا جائے تو مشابہ صورت حال اور روزمرہ کے مسائل کو حل کرنے میں مشکلوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؛ خاص کر جب ہم چاہتے ہیں کہ ان اعلی گھرانہ کی طرز زندگی اور ایک دوسرے کے ساتھ انکا رویہ کیسا تھا اس پر غور وخوض اور دقت و تحلیل کریں؛ بے شک ان موارد میں ہمیں دلائل کے ساتھ ساتھ صحیح طرز زندگی کے اصول و قواعد کو بھی بیان کرنا ہوگا؛ اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بہترین گھرانے کی طرز زندگی میں دقت و تحلیل کرنا لازمی و ضروری ہے خاص کر یہ طرز زندگی اگر وحی الٰہی پر مبنی ہو جہاں انسان کے دنیوی پہلو کے ساتھ ساتھ اسکا اخروی پہلو بھی توجہ کا سبب ہو اور تخلیق کے تمام پہلوؤں میں سے کسی ایک بھی پہلو سے غفلت نہ برتی گئی ہو۔ بیشک یہ ہمہ گیر نظر اگر اسے صحیح طریقہ سے مدون کیا جاسکا تو اس میں پھر کسی بھی قسم کا خلل یا کجی نہیں پائی جائے گی۔ اس بات کی طرف بھی توجہ ضروری ہے کہ "آئیڈیل اور بہترین گھرانہ" اسے کہا جاسکتا ہے جس گھرانہ کے افراد کے آپسی تعلقات توحیدی فکر پر استوار ہوں۔ برخلاف بعض ایسے بھی گھرانے پائے جاتے ہیں جہاں عقائد و اخلاقیات یا برتاؤ میں توحید اور اسکے ملزومات کو اصلی حیثیت حاصل نہیں ہے؛ انھیں "نااہل گھرانہ" کہا جاسکتا ہے۔

سردست تحریر میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کریم کی زبان میں گھرانہ سے مراد کیا ہے اور گھرانہ کسے کہتے ہیں؟ گھرانہ میں طرز زندگی (اسلوب زندگی) سے مراد کیا ہے؟ قرآن کریم اور اعتقادات کی روشنی میں بہترین خاندان میں کونسی صفات ہونی چاہئے؟ منطق قرآن میں برتاؤ اور بہترین خاندان کے

درمیان رابطہ کو کس طرح بیان کیا گیا ہے؟ واضح رہے کہ مذکورہ بالا سوالوں کا جواب اور قرآن کی روشنی میں بہترین خاندان کی طرز زندگی کے تمام خد و خال اور خصوصیات و صفات کو بیان کرنا اس مختصر سی تحریر میں ناممکن ہے لہٰذا یہاں پر ہم صرف کلی مفاہیم کو بیان کریں گے لیکن ضروری ہے کہ ان سے ہر ایک طرز حیات (اسلوب زندگی) پر الگ سے کافی و شافی تحقیق کی جائے۔

مفاہیم

خاندان: لغت میں گھرانہ، نسل، اہل خانہ، بیوی بچے اور رشتہ داروں کے معنی میں استعمال ہوا ہے (دھخدا، ۶، ۱۳۷۷: ۹۴۳) اور یہ لفظ اتنا مشہور و معروف ہے کہ اسے تعریف کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن شاید ہر کوئی ایسا نہ سوچتا ہو اسی وجہ سے بعض اہل لغت کا ماننا ہے کہ اس لفظ کی تعریف کرنا نہایت مشکل کام ہے لہٰذا زیادہ تر لوگوں کے مطابق انھوں نے اس طرح اسکی تعریف کی ہے: خاندان زیادہ تر لوگوں کے نزدیک کچھ لوگوں کے ایک گھر میں ایک ساتھ رہنے کو کہا جاتا ہے جو شوہر بیوی اور انکے بچوں پر مشتمل ہو۔ (دانش خانوادہ، ۷۷، ۱۳۸۷)

عورت و مرد خاندان کو تشکیل دینے کے اہم عناصر میں سے ہیں جو سماجی آداب و رسوم کے مطابق مشترکہ زندگی کا آغاز کرتے ہیں اور پھر اولاد اس خاندان کا حصہ بنتی جاتی ہے۔ عام نظریہ کے برخلاف جو اولاد کو خاندان کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں قرآن مجید میں کچھ ایسے بھی خاندان کا تذکرہ موجود ہے جنھیں پروردگار نے کوئی اولاد عطا نہیں کی تھی؛ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عنایت کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے لڑکے لڑکیاں جمع کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ بے شک وہ بڑا جاننے والا (اور) بڑا قدرت رکھنے والا ہے۔'' (شوریٰ: ۴۹۔۵۰)

خاندان کی تشکیل اور اسے آگے بڑھانے کا مقصد اسے بنانے والے مرد و عورت کے لحاظ سے متفاوت ہو سکتا ہے؛ ان میں سے کچھ مقاصد کو اجمالاً اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے: سالم سماج کا حصول، نسل کو جاری و ساری رکھنا، بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا، نسل کی سماجی تربیت کرنا، ایمان کی حفاظت، سماجی خوبصورتی اور رشد و ترقی۔ (دانش خانوادہ، ۱۳۸۷، ۸۴۔ ۹۶) لیکن قرآن کی نگاہ میں خاندان تشکیل دینے کا مقصد روحی سکون اور محبت و مہربانی (روم، ۲۱) پروردگار پر ایمان اور اسکی نعمتوں کا شکر (نحل، ۷۲) ہے۔

قرآن مجید میں خاندان تشکیل دینے والی ایک بنیادی رکن عورت کے لئے مختلف قسم کی تعبیر استعمال ہوئی ہے؛ جب آدم اور انکی بیوی کا ذکر آتا ہے تو وہاں انکے لئے لفظ "زوج" کی تعبیر ملتی ہے (بقرہ، ۳۵) لیکن عزیز مصر کی بیوی، (یوسف،۵۱) حضرت نوح کی بیوی (تحریم، ۱۰) حضرت لوط کی بیوی (تحریم، ۱۰) اور فرعون کی بیوی (قصص، ۹) کے لئے لفظ "امراۃ" کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔ شاید دو مختلف قسم کی تعبیر استعمال کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہو کہ لفظ "زوج " وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں مرد و عورت کے لئے زوجیت یا جوڑا میں ہونا آیت کا بنیادی اور اصلی محور و مرکز ہو اور حکمت و نشانی کو بیان کر رہا ہو یا کسی شرعی حکم کی جانب اشارہ ہو؛ لیکن جب زوجیت کا مقصد یعنی وہ روحی سکون، محبت و مہربانی، خیانت یا عقائد میں تفاوت و ناسازگاری کی وجہ سے ختم ہو جائے تو اب وہ زوج یعنی جوڑا نہیں ہے بلکہ "امراۃ" یعنی عورت ہے۔ اسی طرح سے جب فلسفہ ازدواج کسی بھی وجہ سے ختم ہو جائے مثال کے طور پر کوئی ایک مر جائے تو وہاں بھی "زوج" کے بجائے لفظ "امراۃ "کا استعمال کیا جاتا ہے۔ (اعجاز بیانی قرآن، ۱۳۸۲، ۲۲۴-۲۴۶)

قرآنی منطق میں اگر کوئی کسی ماں باپ سے پیدا ہوا ہے تو وہ اس گھر کا اہل نہیں کہلاتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی داستان میں ارشاد ہوتا ہے: " قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ " (ہود،۴۶) اور جناب ابراہیم علیہ السلام کے چچا کو کچھ آیتوں میں باپ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (بحار الانوار، ۱۴۰۴ھ، ۱۲: ۴۸؛ الھدی الی دین المصطفیٰ، ۱۴۰۵ھ، ۲: ۱۴۹)؛ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ خاندان کا اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں دولوگوں کے درمیان دینی و مذہبی رابطہ پایا جائے اور قرآنی نقطہ نظر سے ہر میاں بیوی کو خاندان نہیں کہا جاتا ہے لہٰذا کبھی ایک مذہب کے ماننے والوں (ہم فکر اور ہم خیال لوگوں) کو بھائی سے تعبیر کیا گیا ہے۔" قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ " (اعراف، ۳۸) لفظ "اخت" یعنی بہن کی تعبیر یہاں کنایہ ہے اس بات سے کہ منحرف گروہوں کے درمیان فکری و روحانی رابطہ پایا جاتا اور چونکہ لفظ امت مونث ہے اس لئے یہاں "اخ" (بھائی) کے بجائے "اخت" (بہن) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ (تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴، ۶، ۱۶۶)

جس طرح سے "اخ" ماں باپ کی اولاد کو کہا جاتا ہے جیسے "قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ" (اعراف، ۱۱۱) اس آیت میں "اخ" سے مراد حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔ (المیزان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۷ھ، ۸، ۲۱۴) اسی طرح سے ہم وطن کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عاد (اعراف، ۶۵) صالح (اعراف، ۷۳) شعیب (اعراف، ۸۵) اور نوح علیہم السلام (شعراء، ۱۰۶) کے لئے اس بھائی کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے جو اپنی قوم کے درمیان مبعوث ہوئے ہیں۔

بہر حال اس تحریر میں گھرانہ سے مراد وہی والدین اور اولاد ہیں اس وضاحت کے ساتھ کہ ان میں سے صرف کوئی ایک موضوعیت نہیں رکھتا ہے؛ یعنی شوہر و بیوی کا وجود خاندان کے ایک مصداق کے طور پر ہے جیسے حضرت آدم و حوا؛ اسی طرح سے ماں باپ میں سے کوئی ایک اولاد کے ہمراہ ہو تو یہ بھی خاندان کے ایک مصداق میں سے ہے جیسے حضرت مریم و حضرت عیسی؛ نیز کبھی صرف اولاد ہی خاندان کے مصداق کے طور پر بیان ہوئے ہیں جیسے حضرت موسی و حضرت ہارون۔

"قرآنی گھرانہ" کی تعبیر بیان کر رہی ہے کہ اس سے مراد بہترین و برترین گھرانہ ہے جنکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اسی طرح سے اس سے مراد وہ گھرانے بھی ہو سکتے ہیں جنکا اخلاق و برتاؤ قرآنی منطق و فکر کے مطابق ہو۔ لیکن اس تحریر میں قرآنی گھرانہ سے مراد پہلا مورد ہے۔

سبک زندگی (طرز حیات)

طرز حیات کی اصطلاح کو رہبر انقلاب آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے شمالی خراسان کے جوانوں کے درمیان بیان کیا اور اس وقت سے یہ اصطلاح علمی و سماجی محفلوں کا حصہ بن گئی۔ آیت اللہ خامنہ ای کی نگاہ میں طرز حیات یعنی سماجی برتاؤ اور رہن سہن کہ جن کا جاننا مادی (ذہنی واخلاقی طور پر آرام دہ زندگی) اور معنوی (اصلی مقصد کا حصول یعنی فلاح و کامیابی) دونوں ہی وجوہات کی بنا پر انسان کے لئے ضروری ہے۔ اسکے علاوہ نئے اسلامی تمدن تک پہنچنے کی یہ بنیادی شرط ہے اور طرز زندگی کے انتخاب میں ایمان بہترین کردار ادا کر سکتا ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے طرز حیات کی بہت سی مثالوں کو بیان کیا ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل ہیں جیسے گھر میں بیوی بچوں سے برتاؤ سے لے کر گھر، لباس، کھانے کے اقسام، کھانا بنانے کا طریقہ، سیر و تفریح، خط وکتابت،

زبان، کاروبار اور دوست و دشمن کے ساتھ برتاؤ یہ سب تمدن کے بنیادی اصول ہیں۔ (۱۳۹۱/۷/۲۳ شمسی میں شمالی خراسان کے جوانوں کے درمیان آیت اللہ خامنہ ای کی تقریر)

قرآن مجید کی آیات کے سرسری جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن میں بہت سے گھرانوں کا تذکرہ ہے، لیکن صرف وہی گھرانے قابل اہمیت ہیں جنکی طرز زندگی الٰہی فرمان کے مطابق تھی؛ لہٰذا وہ گھرانے جنکی طرز زندگی، سماجی برتاؤ اور رہن سہن کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں ملتا ہے وہ اس تحقیق کا حصہ نہیں ہیں چونکہ وہ ثانوی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا ضرورت پڑنے پر ضمناً صرف انکے بارے میں ایک ہلکا سا اشارہ کریں گے۔

۱۔ اعتقادی لحاظ سے بہترین گھرانے کی طرز زندگی

بہترین گھرانے کی طرز زندگی کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید میں مذکور گھرانوں میں دقت و تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ طرز کو تین الگ الگ شعبوں عقیدہ، اخلاقیات اور عمل و برتاؤ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اعتقادی طرز سے مراد ان موارد کا ذکر کرنا ہے جن کا تعلق عقیدہ سے ہے جیسے وحدانیت، کمال مطلوب تک پہنچنے کے لئے ہمدل و متحد ہونا؛ اخلاقی طرز میں اخلاقی صفات جیسے کشادہ دلی اور گھر والوں کے ساتھ اچھے برتاؤ سے پیش آنا شامل ہے اور طرز عمل کا تعلق گھر والوں کا ایک دوسرے کے ساتھ، اعضا و جوارح سے کیسا برتاؤ ہے اس سے مرتبط ہے جیسے ایک دوسرے کی مادی ضرورتوں کا خیال رکھنا۔

اعتقادی لحاظ سے بہترین گھرانے کی اہم طرز کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

۱/۱۔ حقیقی کمال اور مطلوب الٰہی زندگی تک پہنچنے کے لئے گھر کے افراد کا آپس میں ہمدل و متحد ہونا

گھر کے افراد چاہے وہ شوہر و بیوی ہوں یا اولاد ہر کسی کو چاہئے کہ کمال مطلق تک پہنچنے کے لئے ایک دوسرے کے ناصر و مددگار بنیں؛ جیسا کہ ہم حضرت آدمؑ و حوا کی داستان میں مشاہدہ کرتے ہیں؛ جس وقت پروردگار نے حضرت آدمؑ اور انکی بیوی حوا کو حکم دیا کہ جہاں چاہیں جنت میں رہیں، سب سے پہلا حکم جو پروردگار کی جانب سے صادر ہوا وہ یہ تھا کہ جنت میں وہ جہاں چاہیں جائیں جس درخت سے تناول کرنا چاہتے ہیں کریں لیکن اس نشاندہی کئے گئے درخت کے قریب نہ جائیں ورنہ ستمگروں میں شامل ہو جائیں گے؛ اس کے بعد آدمؑ کا سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان مردود بارگاہ الٰہی ہو چکا تھا اس نے مصمم ارادہ کیا ہوا تھا کہ اسکا بدلہ آدمؑ سے لے کر رہے

گا اور انھیں دھوکہ دے گا اسے بخوبی پتہ تھا کہ اس درختِ ممنوعہ کا پھل کھانا انھیں جنت سے نکالے جانے کا سبب بنے گا، لہٰذا شیطان انھیں وسوسہ کرنے لگا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے اس نے مختلف قسم کے مکر و فریب کا سہارا لیا اور آخرکار حضرت آدمؑ و حوا کو فریب دینے میں کامیاب ہوگیا ادھر آدمؑ و حوا نے اس درخت کے پھل کو چکھا وہیں فوراً ہی ان کے جسم سے بہشتی لباس گر گیا اور انکا بدن ظاہر ہوگیا؛ اس موقع پر پروردگار کی جانب سے ندا آئی کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا سخت دشمن ہے تو کیوں تم میرے فرمان کو بھول گئے اور اس دلدل میں پھنس گئے؟ جب حضرت آدمؑ و حوا کو ابلیس کی سازش کا پتہ چلا اور اپنے عمل کے انجام کو دیکھا تو وہ اس کام کی تلافی کے بارے میں سوچنے لگے اور سب سے پہلا کام جو انھوں نے کیا وہ یہ کہ بارگاہ رب العزت میں اپنے اس ترکِ اولیٰ کا اعتراف کیا اور کہا (تفسیر نمونہ، ۴/ ۱۳۷، ۶، ۱۱۵۔ ۱۲۶): "پروردگارا! ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہ کرے اور اپنی رحمت ہمارے شامل حال نہ کرے تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے" (اعراف، ۲۳)

حضرت آدمؑ و حوا کا ایک ساتھ دعا کرنا اور شیطان کی سازش سے آگاہ ہو جانا اس بات کی جانب اشارہ کر رہا ہے کہ مطلوبہ زندگی کو حاصل کرنے میں شوہر و بیوی ایک دوسرے کے ساتھ اور ہمدل ہیں۔

اس ہمدلی کی ایک اور مثال حضرت ابراہیمؑ و حضرت ہاجرہ کی داستان میں ملتی ہے ان روایتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے جو جناب سارہ اور ہاجرہ کے لئے ملتی ہیں (شرح اصول کافی، ۱۳۸۸، ۱۲، ۴۰۹۔ ۵۱۳) بعض آیات جناب ابراہیمؑ کے ساتھ آپکے تعامل کی جانب اشارہ کرتی ہیں۔ منجملہ وہ موقع جب جناب ابراہیم علیہ السلام خدا کے حکم سے اپنی بیوی ہاجرہ کو نومولود بیٹے کے ساتھ بے آب و علف زمین میں چھوڑ دیتے ہیں اور پروردگار کی بارگاہ میں دست دعا بلند کرکے فرماتے ہیں: "پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تاکہ نمازیں قائم کریں اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ تیرے شکر گزار بندے بن جائیں" (ابراہیم، ۳۷) جناب ہاجرہ کس طرح جناب ابراہیمؑ کی تابع اور فرمانبردار تھیں اس آیت سے بخوبی پتہ چل رہا ہے۔ اسکے علاوہ اس بیٹے کو قربانی کرنے کے موقع پر جسے بہت مشقتوں سے بڑا کیا تھا (صافات، ۱۰۱۔ ۱۱۰) ہمیں جناب ابراہیم اور جناب اسماعیل

علیہاالسلام کی ایک غیر معمولی اور آفاقی شخصیت دیکھنے کو ملتی ہے کہ کس طرح سے وہ پروردگار کے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہیں اور گلا و شکوہ نہیں کر رہے ہیں۔ (کشف الاسرار و عدۃالابرار، ۱۳،۱۷ ،۲۹۱،۸)

البتہ حضرت اسماعیلؑ سے حضرت ابراہیمؑ کے پیش آنے کے طریقہ کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ یہ باپ اور بیٹے قربانی کے موقع پر ایک دوسرے کو کمال تک پہنچانے کے لئے کس طرح کا ردعمل دکھلا رہے تھے؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیلؑ کو بچپنے میں انکی ماں ہاجرہ کے ساتھ سرزمین مکہ پر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور حضرت اسماعیلؑ کی جوانی میں آپ کو حکم ملتا ہے کہ اسماعیلؑ کو قربانگاہ لے جا کر ذبح کریں؛ ذبیح حضرت اسماعیلؑ تھے یا حضرت اسحاقؑ اس سلسلہ میں مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے؛ اگرچہ انکے اختلاف سے ہماری تحقیق کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے والا ہے اور طرز حیات کے انتخاب میں بھی کوئی فرق نظر نہیں آئے گا لیکن پھر بھی ہم واضح کرتے چلیں کہ زیادہ تر مفسروں کی تحلیل کی بنیاد پر ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہیں۔ (المیزان، ۱۴۱۷ ھ، ۷: ۲۳۴؛ تفسیر نمونہ، ۱۹، ۱۳۷۴: ۱۱۸؛ بحارالانوار، ۱۴۰۴ ھ، ۱۲: ۱۳۳؛ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، ۱۴۱۵ ھ، ۱۲: ۱۸۵ - ۱۸۶؛ تفسیر الکاشف، ۱۴۲۴ ھ، ۶: ۳۵۲؛ تفسیر التحریر والتنویر، ۱۴۲۰ھ، ۲۳: ۷۱؛ تشابہ القرآن و مختلفہ، ۱۳۶۹، ۱: ۲۲۷؛ الکافی، ۱۴۰۷ ھ، ۸: ۶۰ -۶۱؛ الکشف و البیان عن تفسیر القرآن، ۱۴۲۲ ھ، ۸: ۱۵۳ - ۱۵۴)

ایک سخت امتحان تھا جس میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہاالسلام دونوں ہی کامیاب ہوئے۔ پھر ہم نے انہیں ایک نیک دل فرزند کی بشارت دی پھر جب وہ فرزند ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کے قابل ہوگیا تو انہوں نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں اب تم بتاؤ کہ تمہارا کیا خیال ہے فرزند نے جواب دیا کہ بابا جو آپ کو حکم دیا جارہا ہے اس پر عمل کریں انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے پھر جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہم اسی طرح حسن عمل والوں کو جزا دیتے ہیں بیشک یہ بڑا کھلا ہوا امتحان ہے اور ہم نے اس کا بدلہ ایک عظیم قربانی کو قرار دے دیا ہے اور اس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے سلام ہو ابراہیم پر ہم اسی طرح حسن عمل والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ ”صافات، ۱۰۱۔ ۱۰۸“

اپنے ہاتھوں سے اپنے لائق و عزیز بیٹے کو ذبح کرنا ایک باپ کے لئے جس نے مدتوں اپنے اس فرزند کا انتظار کیا تھا آسان کام نہیں تھا، کیسے ممکن ہے کہ اس بیٹے سے اپنا منہ پھیر لے؟ اس سے بڑھ کر حد درجہ تسلیم و رضا کے ساتھ پیشانی پر بل لائے بغیر فرمان خدا کو جلد سے جلد انجام دینے کی کوشش کرے اور آخری مرحلہ تک اسکے تمام مقدمات کو فراہم کرے اس طریقہ سے کہ قربانی کی آمادگی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نظر نہ آئے اور اس سے بڑی بات یہ کہ بیٹے کا فرمان خدا کے آگے تسلیم محض ہونا، جس نے دل و جان سے ذبح کے فرمان کو قبول کیا پورے اطمینان سے پروردگار کے لطف و کرم اور اسکے ارادہ کے آگے تسلیم رہا۔ (تفسیر نمونہ، ۱۹، ۱۳۷۴، ۱۱۶)

اگر ہم یہ تاریخی سفر جاری رکھیں تو ہمیں حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ ملتا ہے جو اپنے گناہگار لیکن نادم و پشیمان بیٹوں کے لئے دعا کر رہے ہیں وہ بیٹے جو آپ اور یوسفؑ کے درمیان سالوں کی جدائی کا سبب بنے تھے۔ "ان لوگوں نے کہا بابا جان اب آپ ہمارے گناہوں کے لئے استغفار کریں ہم یقیناً خطاکار تھے انہوں نے کہا کہ میں عنقریب تمہارے حق میں استغفار کروں گا کہ میرا پروردگار بہت بخشنے والا اور مہربان ہے" (یوسف، ۹۷۔ ۹۸)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہمیں دو بھائیوں موسیٰ و ہارون کا ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ دیکھنے کو ملتا ہے جو بخوبی ہمدلی و ہم خیالی کی بہترین تفسیر ہے۔ قرآن مجید کی اکثر آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ہیں چاہے وہ آغاز نبوت کا زمانہ ہو جہاں آپ پروردگار سے درخواست کرتے ہیں کہ انکے بھائی ہارون کو انکا وزیر قرار دے۔ " وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا " (طٰہ، ۲۹۔ ۳۴) اور میرے اہل میں سے میرا وزیر قرار دے دے ہارون کو جو میرا بھائی بھی ہے اس سے میری پشت کو مضبوط کردے اسے میرے کام میں شریک بنادے تاکہ ہم تیری بہت زیادہ تسبیح کرسکیں اور تیرا بہت زیادہ ذکر کرسکیں۔

اس بنیاد پر جب حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر جانے کا ارادہ کیا تو قوم کے درمیان ہارون کو اپنا جانشین بنایا "اور ہم نے موسیٰ سے (تورات دینے کے لیے) تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور اسے مزید دس (راتوں) سے مکمل کیا۔ اس طرح ان کے پروردگار کی مدت چالیس راتوں میں پوری ہو گئی اور جناب موسیٰ نے (کوہ طور پر جاتے وقت) اپنے بھائی ہارون سے کہا تم میری قوم میں میرے جانشین بن کر رہو۔ اور اصلاح کرتے رہو اور (خبردار) مفسدین کے راستہ پر نہ چلنا۔ " (اعراف، ۱۴۲)

یہ دس دن کی تاخیر سبب بنی کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ گوسالہ پرستی کرنے لگے۔ جب جناب موسیٰ کوہ طور سے واپس لوٹے اور قوم کو گوسالہ پرستی میں مشغول دیکھا قرآن مجید نے اسکی بہترین منظر کشی کی ہے: ''اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو غیظ و غضب کے عالم میں کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد بہت بری حرکت کی ہے۔تم نے حکم خدا کے آنے میں کس قدر عجلت سے کام لیا ہے اور پھر انہوں نے توریت کی تختیوں کو ڈال دیا اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر کھینچنے لگے۔ہارون نے کہا بھائی قوم نے مجھے کمزور بنادیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے تو میں کیا کرتا۔آپ دشمنوں کو طعنہ کا موقع نہ دیجئے اور میرا شمار ظالمین کے ساتھ نہ کیجئے موسیٰ نے کہا کہ پروردگار مجھے اور میرے بھائی کو معاف کردے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کرلے کہ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے'' (اعراف، ۱۵۰۔۱۵۱)

کیوں جناب ہارونؑ نے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی سے نہیں روکا ایک دوسری آیت میں اسکی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ کہیں قوم تفرقہ اور اختلاف کا شکار نہ ہو جائے: ''ہارون نے کہا کہ بھیّا آپ میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑیں مجھے تو یہ خوف تھا کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں اختلاف پیدا کر دیا ہے اور میری بات کا انتظار نہیں کیا'' (طٰہ، ۹۴)

معکوس نمونہ:

قرآن مجید میں جو نااہل اور پست گھرانوں کا ذکر ہے اگر ان پر سرسری نظر ڈالیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جس طرح سے روحانی امور اور وحدانیت و کمال مطلق تک پہنچنے میں اہل خانہ کی ایک دوسرے کی پشت پناہی کرنا موثر ہے اسی طرح سے گناہ و فسق و فجور میں اہل خانہ کی ایک دوسرے کی مدد کرنا عذاب الٰہی کا سبب ہے؛ وہ گھرانہ جو گناہ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے اور جہنم میں جنکو جلایا جائے گا اسکی ایک مثال ابولہب اور اسکی بیوی ہے جو پیغمبر اکرمؐ کو آزار و اذیت پہنچاتے تھے اور اسقدر ان دونوں نے اذیت پہنچائی کہ قرآن مجید کا ایک سورہ انکی مذمت میں نازل ہوا (القمی، ۱۴۰۴ ھ، ۲: ۴۴۸؛ اسباب نزول القرآن، ۱۴۱۱ ھ، ۴۴۸ و ۴۴۹؛ التبیان فی تفسیر القرآن، ، ۱۰: ۴۲۷) ان میاں بیوی کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا گیا: ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے نہ اس کا مال ہی اس کے کام آیا اور نہ اس کا کمایا ہوا سامان وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی جو لکڑی ڈھونے والی ہے اس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی بندھی ہوئی ہے۔ (مسد، ۱۔۵)

۱/۲۔ عقائد کے میدان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی گھریلو امور میں ایک خاص اہمیت ہے، بعض آیات اور طرز حیات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ گھر کے افراد اعتقادی میدان میں نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں؛ منجملہ جناب ابراہیم علیہ السلام ایسے موحد تھے جو خدا کی عبادت کرتے تھے اور بت پرستی کی وجہ سے اپنے چچا (تمام اہل سنت مفسرین کا ماننا ہے کہ آزر جناب ابراہیم کے حقیقی باپ تھے حالانکہ تمام شیعہ مفسرین اور دانشور اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ آزر آپ کے باپ نہیں تھے بعض کہتے ہیں کہ وہ جناب ابراہیم کے نانا اور اکثر کہتے ہیں کہ وہ جناب ابراہیم کے چچا تھے) (تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴، ۵: ۳۰۲۔ ۳۰۳) پر آپ نے اعتراض کیا اور ان سے فرمایا: اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا آپ ان بتوں کو خدا بنائے ہوئے ہیں. میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ (انعام، ۷۴) اس سے بڑھ کر اور کیا گمراہی ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے ہی ہاتھوں سے بنی مخلوق کو اپنا معبود سمجھنے لگے اور بے جان و بے شعور چیز کو اپنی پناہ گاہ مان لے اور اپنی پریشانیوں کا حل اس سے طلب کرے۔ (تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴، ۵: ۳۰۲۔ ۳۰۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد اور نواسوں پوتوں کی عاقبت بخیری کو کافی اہمیت دی ہے؛ اسی وجہ سے آپ انھیں نصیحت کرتے ہیں کہ عمر کے آخری لحظہ تک فرمان الٰہی کے آگے سر تسلیم خم رہیں؛ ارشاد ہوتا ہے: اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی (ملت پر قائم رہنے) کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی۔ اے میرے فرزند! بے شک اللہ نے تمہارے لئے ایک خاص دین (اسلام) منتخب کیا ہے سو تم ہر گز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم (حقیقی) مسلمان ہو۔ (بقرہ، ۱۳۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سخت امتحان میں کامیاب ہو کر مقام امامت کو حاصل کرتے ہیں اور خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی نسلوں میں بھی امامت قرار دے جس کے جواب میں پروردگار نے ناصالح افراد سے اس مقام کو استثناء کر دیا۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعے ابراہیم علیہ السّلام کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کر دیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں. انہوں نے عرض کی کہ میری ذریت؟ ارشاد ہوا کہ یہ عہدہ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا۔ (بقرہ، ۱۲۴)

دوسری آیت میں پروردگار جناب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کو اس طرح بیان فرماتا ہے: اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد عطا کی اور پھر ان کی ذریت میں کتاب اور نبوت قرار دی اور انہیں دنیا میں بھی ان کا اجر عطا کیا اور آخرت میں بھی ان کا شمار نیک کردار لوگوں میں ہوگا۔ (عنکبوت، ۲۷)؛ عہدہ الہی ظالمین تک نہیں پہنچے گا اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی بعض اولاد ایمان نہیں لائے گی اور جہنم میں جائے گی۔ یا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ عطا کیا ہے تو پھر ہم نے آلِ ابراہیم علیہ السّلام کو کتاب و حکمت اور ملک عظیم سب کچھ عطا کیا ہے پھر ان میں کچھ تو اس پر ایمان لائے اور کچھ روگردان ہوگئے اور (ایسوں کے لئے) دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے۔ (نسا، ۵۴۔۵۵)

عہدہ امامت ملنے سے پہلے بھی جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے حق میں بارگاہ رب العزت میں دعا کی: اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی بعض اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس بے زراعت میدان میں آباد کیا ہے اے ہمارے مالک تاکہ (وہ یہاں) نماز قائم کریں اب تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل ہوں اور ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔ (ابراہیم، ۳۷)

دوسری جگہ پر ارشاد ہوتا ہے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنا (حقیقی) مسلمان (فرمانبردار بندہ) بنائے رکھ۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت مسلمہ (فرمانبردار امت) قرار دے۔ اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا۔ اور ہماری توبہ قبول فرما بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔اے ہمارے پروردگار ان (امت مسلمہ) میں انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر بھیج جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے یقینا تو بڑا زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔ (بقرہ، ۱۲۸۔۱۲۹)

اسی طرح سے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد آپ پروردگار سے دعا کرتے ہیں کہ انھیں اور انکی اولاد کو نماز قائم کرنے والا قرار دے: ساری ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے باوجود بڑھاپے کے مجھے اسماعیل و اسحاق (دو بیٹے) عطا فرمائے بے شک میرا پروردگار دعا کا بڑا سننے والا ہے۔اے میرے پروردگار! مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی اے ہمارے پروردگار۔ اور میری دعا کو قبول فرما۔ (ابراہیم، ۳۹۔۴۰)

تمام اعتقادی مسائل میں ان مباحث کی جانب اشارہ کر سکتے ہیں جو جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو ذات احدیت کی بعض صفات کو یاد دلایا: جب بھائیوں نے حضرت یعقوب سے چاہا کہ یوسف کے بھائی کو اپنے ساتھ غلہ لینے مصر لے جائیں تو یعقوب نے فرمایا: میں اس کے بارے میں تم پر اسی طرح اعتماد کروں جس طرح اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا؟ بہر حال اللہ سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ (یوسف، ٦۴)

جب اپنے دونوں بیٹوں کو بظاہر آپ کھو چکے تو اس وقت بھی آپ نے خدا کی بارگاہ میں پناہ لی: ”قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ “(یوسف، ٨٦) آپ نے کہا کہ میں اپنے رنج و غم کی شکایت بس اللہ ہی سے کر رہا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ ان دو آیتوں میں جناب یعقوب علیہ السلام نے پروردگار کے رحمت و حافظ ہونے کی صفات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ عقائدی مباحث میں ان میں سے ہر ایک پر تفصیل سے گفتگو ہو سکتی ہے۔ بہترین گھرانوں میں ایک مثال حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت ہے جو ایک باپ اور بیٹے کے درمیان رابطہ کو بخوبی بیان کر رہا ہے؛ ”وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ “(لقمان، ١٣)اور (وہ وقت یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے بیٹے! (خبردار کسی کو) اللہ کا شریک نہ بنانا۔ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

۲۔ اخلاقی میدان میں بہترین گھرانہ کی طرز حیات

لوگوں کی زندگی کا بعض حصہ اخلاقیات سے مربوط ہے چونکہ گھر کے افراد ہمیشہ ایک دوسرے سے رابطہ میں ہوتے ہیں اس لئے وہاں پر گھریلو اخلاق کی اہمیت و افادیت اور بھی زیادہ اجاگر ہو جاتی ہے خاص کر گھر وہ جگہ ہے جہاں پر انسان دوسروں سے کس طرح برتاؤ کرنا ہے اسے سیکھتا ہے اور سماجی طور طریقوں سے آشنا ہوتا ہے؛ گھریلو رہن سہن کے حوالہ سے قرآن مجید کی آیتیں قابل غور ہیں۔ جناب یوسف علیہ السلام کا قصہ جسے احسن القصص (بہترین قصہ) کی تائید حاصل ہے” نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ؛“ (یوسف، آیہ ۳)اس میں منجملہ وہ پہلو جسے اہمیت حاصل ہے وہ بھائیوں

کے درمیان رابطہ ہے اور اس میں بھی حضرت یوسف کا اپنے بھائیوں سے جو رویہ رہا ہے وہ ناقابل توصیف ہے؛ بطور مثال ان موارد کو پیش کیا جاسکتا ہے:

۲/۱۔انتقام کی طاقت رکھنے کے باوجود چوری کی تہمت پر خاموش رہنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب چاہا کہ اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لیں تو پیالہ بنیامین کے سامان میں چھپا دیا؛ جب پیالہ بھائی کے سامان سے برآمد ہوا تو یوسف کے دوسرے بھائیوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو اس پر کیا تعجب اس سے پہلے اس کے ایک حقیقی بھائی نے بھی چوری کی تھی یوسفؑ نے اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور ان پر ظاہر نہیں کیا (البتہ صرف اتنا) کہا تم بہت ہی برے لوگ ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (یوسف، ۷۷)۔

۲/۲۔اپنے بھائیوں کے برے برتاؤ کے باوجود ان سے محبت سے پیش آنا

جب حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کو پہچان لیا تو اس وقت حضرت یوسفؑ نے ان سے اپنی تکلیفوں کا گلہ نہیں کیا، بلکہ فرمایا: ” قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ “(یوسف، ۹۰) اس پر وہ لوگ چونکے اور کہا کیا تم یوسف ہو؟ کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا بے شک جو پرہیزگاری اختیار کرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے (وہ بالآخر ضرور کامیاب ہوتا ہے کیونکہ) اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اسکے بعد جب بھائیوں نے اپنے جرم کی معافی چاہی تو جناب یوسف نے فرمایا: ” قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ “(یوسف، آیہ ۹۲) آپ نے کہا آج تم پر کوئی الزام (اور لعنت ملامت) نہیں ہے اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ بڑا رحم کرنے والا (مہربان) ہے۔

حضرت یوسفؑ کا رویہ اپنے بھائیوں سے اس حد تک کریمانہ اور مشفقانہ تھا کہ جب آپ اپنے والد سے ملے تو ان سے بھائیوں کی زیادتی اور کنویں میں پھینکے جانے کی بات نہیں کی بلکہ صرف خود کو زندان جانے کا تذکرہ کیا؛ ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسفؑ کے آگے سجدہ ریز ہوگئے۔ تب یوسف نے کہا: اور (دربار میں پہنچ کر) اپنے ماں باپ کو تختِ شاہی پر (اونچا) بٹھایا اور سب اس کے سامنے سجدہ (شکر) میں جھک گئے (اس

وقت) یوسف نے کہا: اے بابا یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو (بہت عرصہ) پہلے میں نے دیکھا تھا جسے میرے پروردگار نے سچ کر دکھایا ہے اور اس نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھے قید خانہ سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحراء (گاؤں) سے یہاں (شہر میں) لایا۔ بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اختلاف و فساد ڈال دیا تھا بے شک میرا پروردگار جو کام کرنا چاہتا ہے اس کی بہترین تدبیر کرنے والا ہے بلا شبہ وہ بڑا جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے۔ (یوسف، ۱۰۰)

بیٹوں کے ساتھ حضرت یعقوبؑ کے برتاؤ میں بھی اخلاقی نکات پائے جاتے ہیں جو قابل غور ہیں جیسے خدا کی ذات پر بھروسہ، بیٹوں کی طرف سے ملنے والی مصیبتوں پر صبر اور صبر جمیل کو برجستہ اخلاقی صفات گردانا؛ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: اور وہ اس (یوسف کے کُرتے پر جھوٹا خون لگا کر لائے۔ آپ نے کہا (یہ جھوٹ ہے) بلکہ تمہارے نفسوں نے (اپنے بچاؤ کیلئے) یہ بات گھڑ کر تمہیں خوشنما دکھا دی ہے (بہرحال اس سانحہ پر) صبر کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس سلسلہ میں اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔ (یوسف، ۱۸)

اسی طرح سے حضرت یوسفؑ کو تلاش کرنے کی پوری کوشش کرنا اور خدا پر بھروسہ رکھنا حتی جب جناب یوسفؑ کے حقیقی بھائی بھی نظروں سے غائب ہوگئے تو اس وقت بھی آپ نے اپنے بیٹوں کو دونوں گمشدہ کی تلاش میں بھیجا اور بیٹوں کو سمجھایا کہ کسی بھی حال میں رحمت خدا سے ناامید نہ ہونا۔ ارشاد ہوتا ہے: اے میرے بیٹو! (ایک بار پھر مصر) جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے صرف کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔ (یوسف، ۸۷)

۳۔ رہن سہن کے اعتبار سے بہترین گھرانہ کی طرز زندگی

قرآن مجید میں مذکور بہترین گھرانوں کے طور طریقوں اور رہن سہن کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہمیں رہن سہن کے اعتبار سے ایک قرآنی گھرانہ کس طرح ہوتا ہے اسکے خد و خال ملتے ہیں، لیکن یہاں پر جو چیز قابل دقت و تحقیق ہے فقط ان موارد کو ذکر کرنا ہے جو طرز زندگی کو واضح کرنے میں موثر ہے اور عقائد و اخلاقیات کے میدان میں زیادہ کارآمد ہے، ان میں سے کچھ اہم موارد مندرجہ ذیل ہیں:

۱/۳۔۱ باپ اور بیٹے کے درمیان محبت کا ایجاد کرنا

جناب یعقوبؑ کا اپنے بیٹوں کے ساتھ جس طرح کا سلوک رہا اسے زندگی گزارنے کے طریقہ اور طرز عمل کے طور پر ایک کامل نمونہ کے عنوان سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس طریقہ سے کہ یوسفؑ اپنے تمام راز کو اپنے باپ سے نہیں چھپاتے تھے: ''إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ'' (یوسف، ۴۔۵) اس وقت کو یاد کرو، جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج و چاند کو دیکھا ہے کہ میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں (جھک رہے ہیں)۔ آپ نے کہا اے میرے بیٹے! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا کہیں وہ (تمہیں تکلیف پہنچانے کے لئے) کوئی سازش نہ کرنے لگ جائیں، بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

۳/۲۔ تفرقہ سے بچانے اور بھائیوں کے درمیان آپسی محبت بڑھانے کی پوری کوشش کرنا

یہ صفت حضرت یعقوب علیہ السلام کی انکے بیٹے کے ساتھ برتاؤ میں دیکھی جاسکتی ہے کہ جب یوسف کے بھائی یوسف کو اپنے ساتھ ٹہلانے (بلکہ قتل کرنے) لے گئے تھے تو یوسف کو ساتھ نہ بھیجنے کی وجہ انھوں نے خود سے منسوب کی کہ '' میں رنجیدہ ہو جاؤں گا''؛ اور بھائیوں کے اصلی ارادہ کی جانب اشارہ بھی نہیں کرتے ہیں آپ نے کہا: تمہارا اسے اپنے ہمراہ لے جانا مجھے غمگین کرتا ہے اور مجھے یہ اندیشہ بھی ہے کہ تم غفلت کرو اور اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے۔ (یوسف، ۱۳)

۳/۳۔ بچوں کے لئے نہایت ہمدردی سے پیش آنا

وہ بیٹے جنھوں نے سب سے بڑا صدمہ حضرت یعقوبؑ کو دیا اور یوسفؑ کو سالوں شفیق باپ کے سایہ سے دور کر دیا، اسکے باوجود آپ اُن بیٹوں کے لئے فکر مند تھے آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹو (جب مصر پہنچو) تو ایک دروازے سے (شہر میں) داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور میں تمہیں اللہ (کی مشیت اور اس کی قضا و قدر) سے بچا تو نہیں سکتا (ہر قسم کا) حکم (اور فیصلہ) اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی پر سب بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے (میں نے تو صرف احتیاط کے طور پر یہ تدبیر بنائی ہے)۔ (یوسف، ٦٧)

نتیجہ

ہمہ گیر قوانین کی فراہمی اور روزمرہ کے حالات پر قابل تطبیق ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کی روشنی میں بہترین گھرانہ کی طرز زندگی کی طرف توجہ دینا نہایت ضروری ہے۔ مرد و عورت ایک گھرانہ کو تشکیل دینے کے اہم عناصر ہیں جو سماجی آداب و رسومات کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ معاشرتی زندگی کی شروعات کرتے ہیں اور پھر انکے گھرانہ میں بچوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ زبان قرآن میں اس گھرانہ کو تشکیل دینے کا مقصد انسان کا روحانی سکون، مہر و محبت، پروردگار پر ایمان اور اسکی نعمتوں کا شکر بیان ہوا ہے۔

طرز زندگی یعنی سماجی برتاؤ اور رہن سہن کا طریقہ جن کا مادی و معنوی دونوں لحاظ سے جاننا انسان کے لئے ضروری ہے اسکے علاوہ اسلامی تمدن تک پہنچنے میں یہ بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

بہترین گھرانوں کی طرز زندگی کو جاننے کے لئے قرآن کریم میں مذکور بہترین گھرانوں کا بدقت مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ طرز زندگی کو تین الگ الگ میدانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ عقائد کے میدان میں بہترین طرز زندگی کو گھر کے افراد کا مطلوبہ الٰہی زندگی تک پہنچنے میں ایک دوسرے کا معاون ہونا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے، بعض انبیاء جیسے آدم و حوا، ابراہیم علیہم السلام کی زندگی میں ہمیں تاریخی شواہد ملتے ہیں۔ اخلاقیات کے میدان میں بہترین طرز زندگی کو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود خاموش رہنے، گھر کے افراد کے برے برتاؤ کے باوجود ان سے کریمانہ طور پر پیش آنے میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

قرآن میں مذکورہ گھرانوں کے طور طریقہ اور اخلاق و برتاؤ کا جائزہ لینا ہمیں قرآنی گھرانوں کی طرز زندگی کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور اسکے اہم پہلو کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے: باپ اور بیٹے کے درمیان محبت و لگاؤ کو ایجاد کرنا، تفرقہ سے بچانے اور بھائیوں کے درمیان مہر و ہمدردی کو زیادہ کرنے کی کوشش کرنا، بچوں کے لئے ہمدردی کرنا کہ حضرت یعقوب و حضرت موسی علیہم السلام کے گھرانوں میں اس کے خد و خال واضح طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

منابع و مآخذ

آلوسی، محمود، ۱۴۱۵ھ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: علی عبدالباری عطیہ، ۱۶ جلد، بیروت، دار الکتب العلمیۃ.

ابن بابویہ، محمد بن علی، ۱۳۸۶ ھ، علل الشرایع، ۲جلد، نجف، حیدریہ

ابن شہرآشوب، محمد بن علی، ۱۳۶۹، متشابہ القرآن و مختلفہ، ۲ جلد، قم، دار بیدار للنشر.

ابن شہرآشوب، محمد بن علی، ۱۳۷۹ ھ، مناقب آل ابی طالب علیہم السلام، ۴جلد، قم، علامہ.

ابن عاشور، محمد طاہر، ۱۴۲۰ ھ، تفسیر التحریر والتنویر، ۳۰ جلد، بیروت، موسسۃ التاریخ.

ابن قولویہ، جعفر بن محمد، ۱۳۶۵، کامل الزیارات، نجف، مرتضویہ.

ابن کثیر، اسماعیل بن عمرو، ۱۴۱۹ ھ، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: محمد حسین شمس الدین، ۹ جلد، بیروت: دار الکتب العلمیۃ منشورات محمد علی بیضون.

اندلسی، محمد بن یوسف، ۱۴۲۰ ھ، البحر المحیط فی التفسیر، تحقیق: صدقی محمد جمیل، ۱۱جلد، بیروت، دار الفکر.

بانوی ایرانی، سیدہ نصرت بیگم، ۱۳۶۱، مخزن العرفان فی تفسیر القرآن، ۱۵ جلد، تہران، نہضت زنان مسلمان.

بلاغی، محمد جواد، ۱۴۰۵ ھ، الہدی الی دین المصطفیٰ، ۲جلد، بیروت، موسسۃ الاعلمی.

بنت الشاطی، عائشہ عبدالرحمٰن، ۱۳۸۲ش، اعجاز بیانی قرآن، مترجم حسین صابری، تہران، شرکت انتشارات علمی فرہنگی.

ثعلبی، احمد بن ابراہیم، ۱۴۲۲ ھ، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، ۱۰جلد، بیروت، دار احیاء التراث العربی.

جوادی آملی، عبداللہ، ۱۳۸۱ ش، قرآن در قرآن، قم، مرکز نشر اسراء.

جوادی آملی، عبداللہ، ۱۳۸۹، نزاھت قرآن از تحریف، قم، مرکز نشر اسراء.

دھخدا، علی اکبر، ۱۳۷۷، لغت نامہ دہخدا، ۱۶ جلد، تہران، موسسہ انتشارات و چاپ دانشگاہ تہران.

سیوطی، محمد بن ابی بکر، ۱۴۰۴ ھ، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۶جلد، قم، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی.

صفار، محمد بن حسن، ۱۴۰۴ ھ، بصائر الدرجات فی فضائل آل محمّد صلّی اللہ علیہم، تحقیق: محسن بن عباس علی کوچہ باغی، قم، مکتبۃ آیۃ اللہ المرعشی النجفی.

طباطبائی، محمد حسین، ۱۴۱۷ھ، المیزان فی تفسیر القرآن، ۲۰جلد، قم، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم.

طبرسی، فضل بن حسن، ۱۳۷۲ ش، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۰ جلد، تہران، انتشارات ناصر خسرو.

طبری، محمد بن جریر، ۱۴۱۲ ھ، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳۰ جلد، بیروت، دار المعرفہ.

طوسی، محمد بن حسن، بی تا، التبیان فی تفسیر القرآن، ۱۰ جلد، بیروت، دار احیاء التراث العربی.

قرائتی کاشانی، محسن، ۱۳۸۳، تفسیر نور، ۱۰جلد، تہران، مرکز فرہنگی درس ھایی از قرآن.

قطب، سید، ۱۴۱۲ ھ، فی ظلال القرآن، ۶ جلد، بیروت: قاہرہ، دار الشروق.

قمی، علی بن ابراہیم، ۱۴۰۴ ھ، تفسیر علی بن ابراہیم القمی، ۲ جلد، قم، دار الکتاب.

کلینی، محمد بن یعقوب، ۱۴۰۷ ھ، الکافی، تحقیق: علی اکبر غفاری و مرتضی آخوندی، ۸ جلد، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ.

مازندرانی، ملا صالح، ۱۳۸۸، شرح اصول الکافی، ۱۲ جلد، تہران، دار الکتب الاسلامیہ.

مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، ۱۴۰۴ ھ، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام، ۱۱۰ جلد، بیروت، موسسہ الوفاء.

محمودیان، حسین و دیگران، ۱۳۸۷، دانش خانوادہ، تہران، سازمان مطالعہ و تدوین کتب علوم انسانی دانشگاہہا (سمت).

مدیر شانہ چی، کاظم، بی تا، علم الحدیث، قم، دفتر انتشارات اسلامی.

مغنیہ، محمد جواد، ۱۴۲۴ ھ، تفسیر الکاشف، ۷ جلد، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ.

مفید، محمد بن نعمان، ۱۴۱۳ ھ، الامالی، قم، کنگرہ جہانی ہزارہ شیخ مفید.

مقاتل بن سلیمان، ۱۴۲۳ ھ، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ۵ جلد، بیروت، دار احیاء التراث.

مکارم شیرازی، ناصر ۱۳۷۴، تفسیر نمونہ، ۲۷ جلد، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ.

میبدی، احمد بن ابی سعد، ۱۳۷۱، کشف الاسرار و عدۃ الابرار، ۱۰ جلد، تہران، امیر کبیر.

نجفی خمینی، محمد جواد، ۱۳۹۸ ھ، تفسیر آسان، ۱۸ جلد، تہران، کتاب فروشی اسلامی.

واحدی نیشابوری، علی بن احمد، ۱۴۱۱ ھ، اسباب نزول القرآن، تحقیق: کمال بسیونی زغلول، بیروت، دار الکتب العلمیۃ.